آزادیِ اسلام

ازخامۂ گہربار

امام الاحرار حضرت مولٰنا ابوالکلام صاحب آزاد

دعوت حق کی بانئ اسلام سے ایک مثال ۔ مکہ معظمہ سے ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبدالعزیز بن یحیٰی کنانی کی آمد ۔ جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان ۔ خلیفہ مامون رشید کی استبدادیت، شیخ عبدالعزیز کی گرفتاری ۔ معافی مانگنے کی ترغیب، شیخ کا انکار ۔ دربار مامون رشید میں مناظرہ، خلیفہ کی محویت، شیخ عبدالعزیز کی زبردست تقریر ۔ فتح حق اور قابلیت شیخ پر خلیفہ مامون رشید کی مہر صداقت وغیرہ وغیرہ

جسکو

منیجر صاحب "نجات بک ایجنسی" شہر بجنور نے

باہتمام

قاضی محمد رفیق صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار "نجات"

نجات مشین پریس بجنور میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت فی جلد ۴/

تعداد دو ہزار

اخبار نجات مفت طلب فرمائیے۔ مینیجر اخبار نجات بجنور (یو پی)

سفرنامہ انگورہ

[مشہور فرانسیسی لیڈی "جارجیس گالس" کے واقعات سفر۔ سرزمین اناطولیہ ولایت وشہر انگورہ کی تاریخی

کیفیت۔ انگورہ پارلیمنٹ کے روح افزا مناظر زرات انگورہ یتا ہیر غازی مصطفے کمال پاشا بیگم غازی مصطفے کمال پاشا وزیر اعظم انگورہ جنرل عصمت پاشا جنرل رافت پاشا۔ ڈاکٹر رضا نور بک اور فاتح سمرنا جنرل نورالدین پاشا کے کارنامے) انگورہ جنگ یونان وترکی کے چشم دید معرکے۔ ترکان احرار کا لشکر جرار، انگورہ سے قسطنطنیہ تک کے واقعات سفر اور دیگر بصیرت افزا مضامین کا مجموعہ۔ قیمت فیجلد عہ (ایک روپیہ چار آنہ)

نقاب پوش ترک ہوا باز

[جنگ اناطولیہ کا ایک بیمثل ناول حسین سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے صاحبزادے امیر عبدالرحیم کے کارناموں کو نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ قسطنطنیہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانیکے بعد امیر عبدالرحیم قسطنطنیہ سے بھاگ کر انگورہ پہونچے اور محکمہ ہوائی میں داخل ہوئے۔ شہزادہ موصوف کی جنگی چالیں اسقدر زبردست تھیں کہ انھوں نے متعدد یونانی بحری اور ہوائی جہازوں کو غرق کرکے حواس باختہ کر دیا تھا۔ قیمت فیجلد معہ محصول ڈاک ۱۱/

انگورہ مین ہندوستانی جاسوس

[انگریزون کے ہندوستانی جاسوس مصطفے صغیر مرادآبادی کے کارنامون اور بربادی اسلام کی مخفی جدوجہد کا آئینہ غازی مصطفے کمال کے قتل کی سازش ایک ترک خاتون سے مصطفے صغیر کا عشق اور خاتون کی عملی جدوجہد سے مصطفے صغیر کے اسرار کا انکشاف اور ترکان احرار کے خلاف انگریزون کی سازشون کا اس کتاب مین پوری طرح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قیمت فیجلد معہ محصول ۹/

سیر الغازی مصطفے کمال پاشا

[غازی مصطفے کمال پاشا کی پیدائش تربیت وتعلیم، فوج مین داخلہ، یورپ کی جنگ عظیم غازی ممدوح آناطولیہ مین، آپ کے اوصاف وخصائل وغیر ملکی مدبرین کی رائین، اناطولیہ مین ترکی وطنی جدوجہد آغاز بر وول حلفاء کا قبضہ، شیخ الاسلام کا فتویٰ، اندرونی جنگ، ترک وطن پرستون پر بغاوت کا الزام، جنگ کلیکیہ ترکی وفرانس ترکون اور ارمنون کی جنگ، سمرنا پر یونانی قبضہ، معاہدہ سیورے اور اسکاٹشہر، یونانیوں کا پہلا حملہ، پیرس کانفرنسین، یونانیون کا دوسرا حملہ (این اونی کا دوسرا معرکہ، نہر سقاریہ کے معرکہ کی تفصیل، یونانیوں کا حملہ، زبردست ترکی حملہ، ۴

جنرل مینیجر نجات بک ایجنسی بجنور (یو۔ پی)

۴۔ سقوط سمرنا یونانی نقصانات، میدان جنگ اناطولیہ کا نقشہ، جنگ اناطولیہ کے مفصل حالات، غازی مصطفے
کرنیں اور قسطنطنیہ پر ترکوں کا قبضہ، سلطان وحید الدین کا فرار، انور ان کا لوزین، غازی مصطفے کمال پاشا کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



آزادئ اسلام

اسلام کے ابتدائی عہد دن مین جن مسائل نے سب سے پہلے اختلافات و تفریق کی بنیادین رکھی ہین اور مسلمانون کو کتاب وسنت کے صراط مستقیم اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھلائی ہے۔ ان مین سے ایک معرکتہ الآرا اور شدید الاختلاف مسئلہ خلق وقدم قرآن کا بھی ہے۔

مسئلہ خلق قرآن

مسئلہ "خلق وقدم قرآن" سے مقصد یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل مین موجود ہے، اسمین الفاظ ہین اور معانی ہین۔ الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکات زبان واطراف زبان سے بنتی اور نکلتی ہے، معانی کے حقائق متصورہ ہین جنکا وجود معقولی بھی ہے، اور وجود خارجی بھی۔ پس ان اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث، مخلوق ہے یا غیر مخلوق،

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ دان اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا۔ اسلام کی اصلی سرزمین ان لا حاصل اور قوائے علمیہ کو بیکار کرنے والی کاوشون سے بالکل پاک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان سوالات سے صحابہ کو روکا جوان کی عملی زندگی اور اُن کے نصب العین سے ان کو ہٹانے والے تھے، اسلام نے عمل وسعادت کی ایک ہی سیدھی راہ کھول دی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی رہروی مین مشغول رہین۔ آپکے تمام عہد صحابہ بھی اسی حال مین بسر ہوا۔ لیکن بنو آمیہ کی حکومت نے نظام خلافت اسلامی مین ایک انقلاب عظیم کرکے اس کی اجتماعی قوت کی نشوونما روک دی اور نئے نئے فتنون اور ہلاکتون کا دروازہ کھولدیا۔ ایک بڑا فتنہ علوم عقلیہ قدیمہ اور

مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا۔ ایک طرف نو مسلم عجمی اقوام اپنی تمام پرانی بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھ لائین۔ دوسری طرف اہل کتاب اور مجوسی علمار حکومت اموی کی تمام شاخوں اور محکموں پر حاوی ہوگئے، ان لوگون نے جہان اپنی مذہبی روایتین مسلمانون مین پھیلائین، وہان فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھی کھول دیا، جو اسکندریہ وسوریا کے کھنڈرون اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہوچکے تھے۔

دراصل اس سوال کا پیدا کرنا ہی ایک ضلالت اور مسلک شریعت سے انحراف تھا، قرآن اللہ کا کلام ہے جسکو خدا کے رسول نے ہم تک پہونچایا۔ ہماری معلومات اس کی نسبت صرف اسی قدر ہے۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے اتنا علم کافی ہے۔ وہ مخلوق ہے یا قدیم۔ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا نہ اللہ کے رسول نے نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے۔ پس جو کچھ ضروری تھا وہ وہی تھا۔ جو بتلایا گیا۔ وہ ضروری ہی نہین، اور اس کی فکر و کاوش مین ہمارے لئے کوئی سعادت نہین۔

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا اور صرف اسی راہ مین امن تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اُن فتنون سے نہ بچ سکے جو ان سے پہلے کی قومون مین موجب ضلالت ہوچکے تھے۔

پھر قدم و حدوث کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مسئلہ بالکل واضح تھا اور اسکی حقیقت ایک ہی تھی اللہ اور اس کی تمام صفات کاملہ قدیم ہین اسکی ایک صفت کلام بھی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پس حروف و صوات والفاظ کی جس مرتبہ و منظمہ شکل مین وہ موجود ہے۔ اس کی حقیقت نظمی و ترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہیے۔

لیکن فلسفیانہ کاوشون نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کی اور راہین بھی کھول دین فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یونانی سے متاثر ہوچکا تھا اس مسئلہ کو بالکل دوسری نظر سے دیکھا انھون نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس سے پہلے نہ تھا وہ ایک بامعنی عبارت ہے۔ عبارت جملون سے مرکب ہے جملے الفاظ سے، اور الفاظ حروف سے، یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے نکلتے ہین تو ہماری آواز ہوتے ہین جو اس سے پہلے نہ تھی اور جسکا حدوث ہمارے ہی حلق و زبان سے ہوا۔ پس ان اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے، قدیم نہین ہوسکتا۔ علاوہ برین اللہ ہر شئے کا خالق ہے۔ قرآن بھی اشیار مین داخل ہے۔ اسے بھی مخلوق ہونا چاہیے، ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائی انھون نے دعویٰ کر دیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اور اس طرح گمراہی و فساد کا ایک بڑا دروازہ امت پر کھول دیا، ان کی ہدایت فلسفیانہ کاوشون کے اندر گم ہوگئی۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے دوسری چیز ہے، اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے۔ بالکل دوسری۔ قرآن

حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق و حادث نہیں کرسکتے ۔ وہ نہ تو حرفون کا نام ہی اور نہ ان آوازون کا جو انسان کے حلق سے نکلتی ہین " الحمد للہ رب العالمین "، کا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت مین جو آواز پیدا کرتا ہی اور ان کی حرکات صوتیہ سے جو تموج ہوا کے ذرّات مین ہوتا ہے یقیناً حادث ہی - لیکن ساتھ ہی وہ قرآن بھی نہین ہی - قرآن تو اس حقیقت عظمی کا نام ہے جو ان حرفون کی ایک خاص الٰہی ترتیب و تنظیم سے تشکل ہوئے اور الحمد رب العالمین بن کر لسان وحی جاری ہوئی وہ قدیم ہی - اس لئے کہ خدا بھی قدیم ہی۔

گلستان کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہین ہی لیکن گلستان سعدی کی ہی اس لئے وہ حقیقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہی اسی کا نام گلستان ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہی۔

پس قرآن جس کتاب کا نام ہی وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہین ہوسکتی - معتزلہ نے اسے مخلوق قرار دیکر ایک طرف تو ان بحثون کا دروازہ کھولا جو اسلام کے لئے سب سے بڑا فتنہ تھا ، دوسری طرف قرآن کی الٰہی عظمت و تقدسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کردیا - قرآن کی ربّانی و الٰہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی روح تھی ، پس اگر آغاز عہد ہی مین اس کی پوری حفاظت نہ کی جاتی تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ توراۃ اور انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزت الٰہی کو غارت کردیتے۔

اللہ تعالی نے فرزندان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعت جماعت یعنی محدثین کرام کو اس بدعت مضلہ کے انسداد کے لئے کھڑا کردیا اور انھون نے اپنا خون بہا کر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکیم کی حفاظت کی۔

مسئلہ کی اہمیت

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہی کہ اس قسم کی بحثین جنکے لئے ہمارے سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا اور اکثر اوقات اپنی زندگیون تک کی قربانی کردی محض ایک لفظی نزاع تھی اور صرف سوء فہم و کج ذہنی نے انکو اہم و وقیع بنادیا تھا۔

وہ ان لوگون کی عقلون پر تعجب کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ان سے زیادہ عقلمند ہین کیونکہ ان بحثون کی بے وقعتی و بے اثری کو خردمندانہ محسوس کررہے ہین لیکن افسوس کہ ہم ان سے متفق نہین ہوسکتے یہ مسائل جس عہد مین پیدا ہوئے وہ اسلام کی نشوونما اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا اس کے سرچشمے پھوٹ کر بہ رہے تھے اور ایک

تنکا بھی ان کی راہ میں آجاتا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہو کر ایک دن بڑی نہر دن کے دہانوں کو بند کر دیں گے۔
محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا اور اسلام کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو گئے ان کی مثال اس جانباز عاشق کی سی تھی جو اپنے معشوق کے تلوؤں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہو تو اس زور سے چیختا ہو گویا اسکے پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا۔ وہ اس ایک ایک تنکے - ایک ایک کانٹے اور مٹی کے ایک ایک ذرے کے لئے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے جو اسلام کی راہ میں آجائیں اور اس کی صراط مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں، اگر اسوقت اللہ تعالےٰ فرزندانِ اسلام کی اس سب سے برگزیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کر دیتا اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم کرکے ان تمام فتنوں کا سدباب نہ کرتے تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آرہی ہے اور اس کی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہا لے گیا ہوتا۔

آج تمہارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں تو تمہیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا، جتنا کسی انگلی کے پوٹے میں سوئی کی خلش سے ہو سکتا ہے۔ تم ان پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جانثاروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اس کی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اسی طرح بے چین ہو جاتے تھے گویا انکے بستر پر دہکتے ہوئے انگارے بچھا دئے گئے۔

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو یہ دراصل انہیں محدثین کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اسکو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قرآن کے لئے اُٹھائی جائے اور کوئی بات ایسی اس کی نسبت کہی جائے جو اس کی غیر انسانی عظمت کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگائے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا۔ معتزلہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق و حادث ہے۔ ہر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاہیئے، اور اس طرح قرآن کے لئے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قرآن نے کرایا اور نہ رسول نے کچھ کہا، پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ابلیسی دروازہ کھولتا تھا۔ اور کیا یہ شریعت پر اضافہ کرنا اور اسلامی اعتقاد کی ترمیم نہ تھی۔

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی انکو گوارا نہ کیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا اور ان کوششوں کے بعد بھی اسلامی عقاید غیر دینی

اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جن کے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا، نہ تو انقلابات علمی کے موثرات ان کی استقامت حق پر غالب آسکے اور نہ انسانی افکار و اوہام کی دلکشیاں انکے دلوں کو جمال قرآن و سنت کے عشق سے پھیر سکیں۔ فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جسکے لئے زبان نبوت نے اول روز ہی حکم سنا دیا تھا،

لایزال من امتی قائمین علی الحق، حتی یاتی امر اللہ وہم الظاہرون،

بہرحال علمائے حق اور محدثین کرام نے اس بدعت شدیدہ اور فتنۂ عظیمہ کا اس قوت و سرفروشی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں اسکے واقعات یادگار رہیں گے،

اگر یہ مسئلہ صرف عامہ معتزلہ تک محدود رہتا تو پیروان اسلام کے سواد اعظم کے لئے (جو اس کا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی۔ یہ صرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا، اور زبان و قلم کا جہاد اس کے لئے کافی تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اس مذہب کا ساتھ دیا، اور بعض خلفاء عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھ ہوکر خلق قرآن کے مسئلہ کو بجبر پھیلانا چاہا۔ انھوں نے حکومت کے زور سزاؤں کے اعلان قید خانوں کی زنجیروں اور جلادوں کی تلواروں کو حرکت دی، اس لئے یہ علمی مسئلہ علمی نہ رہا۔ بلکہ ارباب حق کے لئے ابتلاء و آزمائش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بن گیا،

مامون الرشید کا استبداد

خلفائے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمران گذرا ہے اسکی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہوگئی تھیں، وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا۔ عربیت کا کامل الفن تھا، علم و حکمت کا عاشق اور حریت، آزادی کا حامی تھا۔ اس کی حریت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا۔ الحاد آزاد تھا۔ ثنویت کی پرستش نہ تھی۔ ثانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی۔ مزدکیت کے لئے کوئی درہ نہ تھا۔ یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے،

لیکن دوسری طرف کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھئے تو اسکے ہاتھ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں،

مامون الرشید کے اسی استبداد داخلی کے سلسلے میں مسئلہ خلق قرآن کا فتنۂ عظیمہ بھی ہے جسنے تیسری صدی

ہجری مین علمارِ حق کے لئے ابتلار و امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کر دیا تھا۔ اسنے معتزلہ کا مذہب خلق قبول کر لیا تھا۔ اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا۔ اسنے چاہا کہ اپنی حکومت کے جبر و قہر سے لوگون کو مجبور کرے اور اس چیز کا اقرار کرے جس کے لئے شریعت نے انھین کوئی حکم نہین دیا ہے۔ بلا شبہ وہ اپنے بھائی امین الرشید کو قیدخانے کی کوٹھری مین قتل کرا سکتا تھا۔ اور یقیناً اس کے بھیجے ہوئے جلادون کی تلوارون مین یہ قدرت تھی کہ مسکین امین کے تکئے کی ڈھال پر غالب آجائین۔ لیکن اس کی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتین بھی اس سے عاجز تھین کہ حاملین شریعت اور علمارِ حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکین۔ اور انکو حق و ہدایت کی اُس راہ سے پھرا دین جسپر انکا یقین اور نورِ ایمان انہین چلا رہا تھا۔

تاہم فتنہ عظیم تھا۔ اور اسکے تمام لازمی نتائج نے وہ سب کچھ کیا۔ جو ایسے مواقع مین ہمیشہ ہوا ہے۔ بہت سے علمارِ حق قید ہوئے۔ بہت سے جلاوطن کئے گئے۔ بعض خاک و خون مین بھی تڑپے، اور بہتون کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھی گئے۔

فتنہ کی ابتدا

غالبًا سب سے پہلے ۲۱۲ سنہ ہجری مین مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا اور دارالخلافت مین بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا۔ لیکن جبر و تشدد کی ابتدا ۲۱۸ سنہ ہجری سے نظر آتی ہے۔ جب کہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہوگیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذہب مسلمانون مین پھیلائے۔

چنانچہ اسی سنہ مین اُسنے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا۔ فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علمارِ شہر کو جمع کرو، جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کرین۔ انھین چھوڑ دو، جو انکار کرین ان کی نسبت خبر دو۔ پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کرین تو قتل کر دیے جائین، لیکن انکے علاوہ دیگر منکرین خلق قرآن کو صرف قید کر دیا جائے (ابو الفدار، جلد دوم، صفحہ ۳۱)

ابراہیم بن مہدی کے قتل کا تو پولیٹکل اسباب سے وہ خواستگار ہی تھا، لیکن بشر بن ولید کے لئے قتل کی سختی اس لئے تھی کہ قاضی القضاۃ تھے، افسوس کہ ان دونون کا ثبات اس پہلی ہی آزمائش مین ہلاک ہوگیا۔ اور خلق قرآن کا اقرار کرکے اپنی جان بچالی۔ اور بہت سی کمزور روحون نے انکا ساتھ دیا۔ لیکن علمارِ حق کی ایک معتدبہ جماعت ایسی بھی تھی، جسکے لئے حکومت کی تلوارون اور دنیوی عقوبتون کے فرمانون سے بڑھ کر خدا کا فرمان ہیبت

وسطوت رکھتا تھا۔ انھوں نے صاف انکار کردیا۔ اور قید خانے کی بیڑیاں خوشی خوشی پہن لین۔ اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا جسکو شریعت کے احیا و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قویم کے اعلان و حفظ کی خدمت درگاہ الٰہی سے سپرد ہوئی تھی، اور جس کی قربانی کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے روز ازل ہی سے چن لیا تھا۔ یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ جو فی الحقیقت تمام ائمہ سلف مین اپنی مخصوص فضیلتون کی بنا پر ایک ہی شخص ہین۔ جن کو امام اہل سنت والجماعت کے لقب سے پکارا جا سکتا ہے۔

جامع رصافہ

اس واقعہ کے بعد ہی مصائب و محن کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ اور تمام بغداد کانپ اٹھا۔ علمار کے سامنے صرف دو ہی راہین تھین یا اس چیز کا اقرار کرین جسکا اقرار ان سے شریعت نے نہ کرایا۔ یا جلاد کی تلوار دیکھین اور قید خانے کی زنجیرون سے ہم آغوش ہون۔ بہتون نے بغداد سے ہجرت کی۔ بہتون نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ بہتون کی عزلت گزینی یہان تک بڑھی کہ جمعہ کی جماعت کی شرکت ترک کردی، لیکن کسی کو اس کی جرأت نہین ہوتی تھی کہ مامون الرشید کی سطوت و جلال کے مقابلے کے لئے اٹھے اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعی سے امر لیکے،

مامون نے گذشتہ واقعات ہی پر قناعت نہ کی بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا، بغداد کی سب سے بڑی مسجد (جامع رصافہ) تھی جو رصافہ کے شرقی جانب واقعہ تھی اور جسکا صحن ہمیشہ علمار ملت کے درس مواعظ کی مجلسون سے پر رہتا تھا، مامون نے حکم دیا کہ فقہا و محدثین مین سے کوئی عالم مسجد مین درس نہ دے، اور نہ لوگون کے مجمع مین بیٹھے۔ صرف بشر مریسی اور محمد بن جہم کے لئے یہ منصب مخصوص ہے جو اکابر معتزلہ اور خلق قرآن کی دعاۃ مین سے تھے۔

انھین دونون شخصون کے ہاتھ مین تمام فقہا و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا، جو عالم مسئلہ خلق قرآن کی مخالفت مین ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا تھا، پولیس اسے گرفتار کرلیتی تھی اور انکے سامنے لیجاتی تھی۔ وہ جو حکم دیتے تھے اس کی تعمیل کی جاتی تھی، علمار کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائی کے لئے دکھ اٹھانے کی طاقت نہین رکھتا تھا بظاہر انکا ہم زبان بن گیا تھا اور نفاق کے سپر پر انکی تلوار کو روکتا تھا۔

یہ توحش خبرین بہت جلد تمام عالم اسلامی مین پھیل گئین اور ہر شہر مین اسی فتنہ کا پرچا ہونے لگا۔

شیخ عبدالعزیز الکنانی

مکہ معظمہ مین اسوقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبدالعزیز بن یحیی کنانی تھے انھون نے جب اس فتنہ کا حال سُنا اور مامون کے قہر و جبر" معتزلہ کے استبلاد" اور علمار کی خاموشی کی سرگذشتین معلوم کین تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے اضطراب سے بے اختیار ہوگئے اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ کے انسداد کی راہ مین اپنی زندگی قربان کردین گے وہ اپنے رسالہ مین (جو خاص طور پر اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے اور جس کا قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ مین محفوظ ہے) لکھتے ہین۔

"اتصل بی وانا بمکۃ ما ابتلی بہ الناس فی بغداد وکیف استطال علیہم بشر المریسی
ولبس علی امیر المومنین وعامتہ اولیائہ فاطار نومی وخرجت من بلدی متوجہا
الی ربی واسالہ سلامتی حتی قدمت بغداد فشاہدت من غلظ الامر واشتدادہ
اضعاف ما کان یتصل بی"

(ترجمہ) مین مکہ مین تھا جب مجھکو بغداد کے واقعات معلوم ہوئے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت مصیبت مین مبتلا ہین اور کس طرح بشر مریسی ان پر سختیان کر رہا ہے اور کس طرح امیر المومنین اور ارکان سلطنت پر اسکا داؤ چل گیا ہے پس مین غفلت سے چونکا اور اپنے شہر سے نکلا اللہ کی طرف میری نظر تھی اور اسی کے فضل و نصرت سے اپنی سلامتی کا خواستگار تھا۔ یہان تک کہ بغداد پہونچگیا اور اپنی آنکھون سے تمام حالت دیکھی مجھ پر روشن ہوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا سخت و پُر مصیبت ہے جتنا مین نے سُنا تھا۔ انتہی۔

ہم شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ہین۔

ورود بغداد

شیخ عبدالعزیز بغداد پہونچے اور یہان کے تمام حالات معلوم کئے۔ سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح مامون الرشید کے دربار تک پہنچین اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف کا فرض ادا کرین۔ لیکن اسمین بڑی ہی مشکلین تھین ہر قدم پر اسکا خوف لگا تھا کہ کہین مامون کے مقابلہ سے پہلے ہی گرفتار نہ کرلئے جائین یا قتل کا فتویٰ نہ دیدیا جائے

وہ اللہ کی طرف جھکے اس راہ مین اس کی نصرت غیبی سے مدد چاہی اور ایک خاص تدبیر کر کے جمعہ کے دن جامع رصافہ مین پہونچے انکا چھوٹا سا لڑکا بھی انکے ساتھ تھا،

جامع رصافہ مین کلمہ حق کا اعلان

نماز جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگون نے حیرت و تعجب کے ساتھ ایک عجیب واقعہ دیکھا، ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے پہلی صف مین کھڑا ہو گیا ہے ایک چھوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھ لگائے اس کی طرف نگران ہوا اور بآواز بلند باہم سوال و جواب ہو رہا ہے اجنبی نے پکار کر پوچھا میرے بیٹے قرآن کی نسبت تو کیا کہتا ہے۔

بچے نے پکار کر جواب دیا" کلام اللہ۔ منزل غیر مخلوق۔ اللہ کا کلام اُتارا ہوا۔ غیر مخلوق"!

آہ، یہ چند لفظ تھے جو ایک بچے کی زبان سے نکلے، لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوت حق اور امر بالمعروف کی ایک کائنات ایمان مخفی تھی یہ وہ صدا تھی جسکے لئے اسوقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا لیکن اس کی در و دیوار کو برسون نصیب نہین ہوئی تھی صرف ایکبار اس جملہ کو کہدینا ہی وہ جہاد اعظم تھا جسکی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہائے عبادت اور روزہائے صیام بھی کچھ حقیقت نہین رکھتے تھے،

اس لئے نہین کہ خلق قرآن کا مسئلہ دعوت حق کی توتون کے خرچ کرنے کے لئے سب سے بڑا مصرف تھا اور اس لئے بھی نہین کہ اس صدا کے ایکبار بلند ہو جانے سے وہ جیلخانے کھل جا سکتے تھے جنکے اندر علماء حق محبوس تھے اور وہ زنجیرین ٹوٹ جا سکتی تھین جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پاؤن مین پڑی تھین بلکہ صرف اس لئے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمہ حق کو کہنا جُرم قرار دیدیا گیا تھا، اور انسان کا ہاتھ بڑھ رہا تھا کہ خدا کی کھولی ہوئی زبانون کو بند کر دے پس اسوقت زمین کے ہر اُس بسنے والے پر جو خدائے تعالیٰ کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دل مین رکھتا تھا فرض ہو گیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑے اور خدا کی وفاداری کے لئے انسانی اطاعت سے سرکش ہو جائے،

اسوقت برسون کے کامون اور صدیون کے ارادون کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف ایک ہی مقدس لمحہ کی جس کے اندر صدائے حق کی ایک آواز بلند ہو جائے اس ایک آواز کا بلند کر دینا ہی اصلی کام تھا اسکے بلند کر دینے کے بعد یہ سوال نہین کیا جا سکتا کہ اسنے کام کیا کیا، حق کا کہنا جب جرم ہو جائے تو حق کا کہدینا ہی سب سے بڑا کام ہے۔

اگر شیخ عبدالعزیز کنانی اسکے بعد ہی قتل کر دیا جاتا جب بھی اسکے کام کی عظمت کا ایک ذرہ بھی گھٹتا،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ہے جو کسی جابر بادشاہ کے مقابلہ مین کہا جائے۔

حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو

اس سوال وجواب کی ایک ہی صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچا دیا، لوگ حیرت سے دم بخود ہوگئے اور حیران ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئی بڑی ہی مصیبت آنیوالی ہے لیکن شیخ عبدالعزیز بے خوف وہراس اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور المتوکل کا سامنے کے ستون سے ٹیک لگائے دوبارہ منتظر سوال تھا۔

اتنے مین کوتوال شہر سپاہیون کی ایک جماعت لیکر مسجد مین پہنچ گیا، اور شیخ عبدالعزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلیٰ کے دفتر مین لے گیا جسکو آجکل کی اصطلاح مین پولیس کمشنر کہنا چاہیے، اسوقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا۔ دونون مین حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر: کیا تم پاگل ہو؟ شیخ عبدالعزیز: نہین،

عمرو۔ کسی نے تمھین بہکا دیا ہے؟ شیخ: نہین،

عمرو۔ خودکشی کرنا چاہتے ہو؟ شیخ: نہین، الحمدللہ مین صحیح العقل ہون اپنے ہوش وحواس مین ہون اور علم معرفت رکھتا ہون۔

عمرو۔ کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تم مظلوم ہو؟ شیخ: نہین

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی وحفاظت کے ساتھ میرے مکان مین پہنچا دو، سپاہیون کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا، دو آدمیون نے انکے دونون ہاتھ اپنے اپنے ہاتھون مین لے لئے اور پولیس کمشنر کے مکان مین داخل ہوگئے۔

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) ان سے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا۔ اور صحن مین ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تھا ایک نہایت ہی مکلف اور مطلا افسر پولیس کی وردی اسکے جسم[1] پر تھی شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کرکے اسنے فرد تحقیق

[1] شیخ عبدالعزیز نے اپنے رسالہ مین "شوار" کا لفظ لکھا ہے شوار سے مقصود وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افسران فوج وپولیس کی سرکاری وردی ہوتی تھی۔

شروع کی۔

عمرو۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ شیخ۔ مکہ معظمہ کا۔

عمرو۔ آج مسجد میں تمنے جو کچھ کیا تھا، اس سے تمہارا مقصد کیا تھا؟

شیخ۔ "طلبت القربۃ الی اللہ ورجاء الزلفی لدیہ (اللہ کے قرب کی طلب اور اس کی رضا کی امید)

عمرو۔ نہیں تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف ہو اس لئے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ہوجائے گی اور لوگوں سے مال و دولت لوٹسکونگا

شیخ۔ اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں اور ان کی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت علیان خلق قرآن سے مناظرہ کروں۔

عمرو۔ سبحان اللہ! اس کی بھی آپ کو جرأت ہی۔

شیخ۔ تمکو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔ تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے۔ مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ہوں۔

عمرو۔ اچھا یہی سہی۔ پھر کیا تم تیار ہو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو؟

شیخ۔ الحمد للہ، اللہ کی مدد سے بالکل تیار ہوں۔ صرف یہی ایک چیز ہے جسنے مجھے یہاں تک پہنچایا اور میں نے دیدہ دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپ کو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈال دیا۔ خدا کی مقدس کتاب کی عزت برباد ہورہی ہے اور اس کی نسبت اس بات کا اقرار لیا جارہا ہے جسکا اقرار خدا اور اسکے رسول نے نہیں لیا۔ مسلمانوں کی زبانوں کو خدا نے کھولا ہے مگر تم بند کررہے ہو اور بغیر کسی جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔ پس میں علم رکھتا ہوں مجھے شریعت کی معرفت خدا نے عطا فرمائی ہے، میرا فرض ہو کہ اس فتنہ کے انسداد کی کوشش کروں، نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہی۔

عمرو۔ اچھی بات ہو تم امیر المومنین کے دربار تک پہونچائے جاؤگے لیکن اگر وہاں جاکر تمنے اپنا کوئی اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کے لئے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسی عجیب بات تھی کہ کسی طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہو دربار تک پہونچنے کے لئے اس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہی)۔

شیخ: اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمھارے لئے حلال ہے۔
عمرو: تمھارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ ہے جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کر چکے ہو۔
شیخ: حکم صرف خدا اور اس کے قرآن کا ہے۔

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا، اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کی طرف جاتا ہوں، تم شیخ اور اس کے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ۔

شہر کی تمام خلقت ان عجیب وغریب باپ بیٹے کو حیرت اور افسوس کی نظروں سے دیکھ رہی تھی جنھوں نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا اور اب اسکے منہ میں بے خوف وخطر جا رہے ہیں۔

راہ میں انھوں نے لوگوں کی آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے "دار الخلافہ میں باہر کے مسافر زندگی اور راحت کے لئے آتے ہیں۔ لیکن انھوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا"

کیا واقعی ان دونوں نے موت کے لئے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟ ہاں، مگر اس موت کے لئے جو تمام امت مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی۔ بَل اَحیاءٌ ولٰکن لا تشعرون۔

قصر شاہی بغداد کے شرقی حصہ میں تھا یہ مجمع دجلہ کو عبور کر کے ایوان خلافت تک پہونچا، اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کی حفاظت میں چھوڑ کر خود اندر گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا۔

میں نے تمھارا حال امیر المومنین کی خدمت میں عرض کر دیا کہ تم مسئلہ خلق قرآن کی نسبت اُن علماء دار الخلافہ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو جو خلق کے قائل ہیں امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا۔ پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگی۔ امیر المومنین خود بہ نفس نفیس شریک مجلس ہونگے، اگر پیر تک کے لئے کسی شخص کو اپنی ضمانت میں پیش کرو تو تمھیں رہا کر دیا جائے۔

شیخ نے کہا۔ میں مسافر ہوں کسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اس کی ضمانت پیش کر سکوں۔ علی الخصوص ایسی حالت میں ایک شاہی مجرم ہوں میرے لئے کسے پڑی ہے کہ اپنی جان مصیبت میں ڈالیگا۔

عمرو نے کہا، خیر ہم تیرا اعتماد کرتے ہیں۔ جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال حق سمجھکر اسکے لئے ایسی پرخطر جرأت کر رہے ہو تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو۔ اگر اب بھی تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمھاری مسافرت پر رحم کر کے اُمید ہے کہ امیر المومنین تمھاری کل کی جرأت کو معاف کر دیں۔

جرأت حق کی پہلی برکت اور خدا کی نصرت کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہی جو اس لئے تھا کہ شیخ کو سزا

دے، خود بخود اسیر اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسی کی ضمانت لئے رہا کر دیتا ہے۔ ان تنصراللہ ینصرکم (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو خدا بھی تمھاری مدد کریگا)۔

مناظرہ کے دن

مامون الرشید نے تمام علماء دارالخلافہ کو پیر کے دن دربار شاہی مین حاضر ہونے کا حکم دیدیا۔ شیخ عبدالعزیز پیر کے دن قصر شاہی مین حاضر ہوئے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا۔ وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا۔ عمرو نے دیکھتے ہی کہا۔

اُمید ہے کہ اب تمھین عقل آگئی ہوگی، اور تم اس جنون سے باز آگئے ہوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھ نہین ہے تم امیرالمومنین کے حکم و عقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیکھو اب بھی اس حماقت سے باز آجاؤ تو مین وعدہ کرتا ہون کہ اب بھی معافی دلا دونگا۔ نیز شاہی انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالامال کردئے جاؤگے کیونکہ تمھارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے۔

لیکن شیخ عبدالعزیز کے لئے یہ تمام باتین بے سود تھین۔ انھون نے کہا۔ حق مظلوم ہوگیا ہے مین اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہون مجھے جب اپنی زندگی کی پرواہ نہین تو مال و جاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو۔

برو این دام بر مرغ دگرنہ　　　　کہ عنقا را بلندست آشیانہ

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا اور کہا۔ افسوس تمھاری غربت پر اور صد افسوس تمھارے بچے کی یتیمی اور تمھاری بیوی کی بیوگی پر، بائین تمھین ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہون مگر تم ہلاکت کے عشق مین دیوانے ہو رہے ہو۔

شیخ کی روح حق سے صدائے یقین اُٹھی، اللہ کی وہ نصرت و اعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کے لئے ہے مجھے کبھی نہین بھلا سکتی۔ اور اگر میرے لئے اللہ نے اپنی راہ مین موت ہی لکھی ہے تو یہ شہادت ہے پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہوسکتی ہے جس کا ایک مومن کو عشق ہو۔

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے تو صحبت ختم کردی، اور مامون الرشید کو اسکے آنے اور آمادہ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی۔ پھر شیخ کو ایک ایسی جگہ بٹھا دیا جہان سے وہ تمام آنیوالے لوگون کو دیکھ سکے اور کہا کہ اجتماع کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی مین طلب کئے جاؤگے۔

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اس درجہ یقین تھا کہ با وجود میری طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کر سکا، اور آخر میں پھر نصیحت کی :

" قد حرصت علیٰ خلاصک جھدی وانت حریص علیٰ سفک دمک جھدک ! فقلت یا عمرو معرفتہ اللہ اعظم والطف من ان لیسانی ومن یتوکل فھو حسبہ۔

(ترجمہ) میں نے تمھاری نجات و سلامتی کے لئے وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے امکان میں تھا مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کے لئے حریص ہو اور اسکے لئے اپنی پوری قوت سعی صرف کر رہے ہو۔ میں نے کہا ! اے عمرو اللہ کی اعانت اس سے زیادہ بڑی اور مہربانی رکھنے والی ہو کہ مجھے بھلا دے اور جسنے اللہ پر بھروسہ کیا اسکو خدا بس کرتا ہے " لہا لبقتہ صار لحہ۔

علماء سلف کی حریت حقہ اور دعوائی الحق کا ایک مناظرہ

(مناظرہ کا اہتمام اور ہیبت و اجلال دربار)

مامون الرشید نے مناظرہ کی تیاری کے لئے غیر معمولی احکام جاری کر دیے تھے اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ ایک عجیب و غریب مناظرہ تھا اس لئے تمام اُمرا و رؤساء، علماء و فقہا، ارکان وزراء، افسران فوجی و ملکی اپنے تمام ساز و سامان جاہ و جلال کے ساتھ اسمیں شریک ہونے کے لئے نکلے۔ عبدالعزیز کنانی نے ڈیوڑھی میں بیٹھے ہوئے دیکھا، کہ النسانی جاہ و جلال اور سطوت و ہیبت کے بڑے بڑے مناظر یکے بعد دیگرے انکے سامنے سے گذر رہے ہیں۔

وہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :۔

" عمرو بن مسعدہ نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے میں تمام آنے والوں کو اچھی طرح سے دیکھ سکوں بعد کو مجھکو معلوم ہوا کہ خاص امیرالمومنین کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ دربار میں جانے سے پہلے ہی دربار کے جاہ و جلال کی ہیبت مجھ پر طاری ہو جائے، اور میں دیکھ لوں کہ کیسے پُرہیبت و سطوت مجمع کے سامنے مجھے جانا پڑیگا، اور آزادی و بیباکی کی زبان کھولنی پڑے گی۔ لیکن افسوس کہ وہ النسانی جاہ و جلال کے جلوے دکھلا کر ایک ایسے شخص کی آنکھوں میں ڈر اور ہیبت پیدا کرنا چاہتے تھے جس کی نگاہوں کے سامنے ربّ السمٰوات

والارض کا لازوال جاہ وجلال موجود تھا۔ اور جو نگاہ خدا کی عظمت وقدوسیت کے جلووں مین محو ہو چکی ہو اسکو انسانون اور انسانون کے قیمتی کپڑون اور آہنی تلوارون کی قطارین کیا ڈرا سکتی تھین ؂

"مبین حقیر گدایان عشق را کین قوم شہان بے کمر وخسروان بے کلاہ اند"

شیخ عبد الغفور نے دیکھا کہ سب سے پہلے امرائے بنو ہاشم کا گروہ نمودار ہوا جن کے سیاہ عمامون کے طلائی شملے ہوا مین اُڑ رہے تھے، اور آفتاب کی روشنی مین ان کا سنہری رنگ اس طرح درخشندہ تھا کہ نگاہین زیادہ دیر تک نظارہ کی تاب نہین لا سکتی تھین۔ ان کی عبائین بھی سیاہ تھین جن کو خلفاء عباسیہ نے اپنا قومی لباس قرار دیا تھا اور عباؤن کی سیاہی کے اندر سنہری سازو یراق اور طلائی قبضہ والی شمشیر کی متحرک چمک اس طرح نظر آتی تھی۔ گویا ابر آلود آسمان پر بجلیون کی مضطرب لہرین کوند رہی ہین۔

اس کے بعد علما وفضلاء دار الخلافہ کا مقدس جلوس تھا۔ جن کے لباس اور ساز وسامان سواری مین اگرچہ سونے چاندی کے تکلفات نہ تھے اور ہر چیز سے سادگی اور بے تکلفی نمایان تھی، تاہم انکا عظیم الشان گروہ، غلامون کے حلقے، خدام کا جاہ وحشم، مذہبی زندگی کا مقدس جاہ وجلال، اور پُر ہیبت ووقار چہرے، بجائے خود ایک ایسی ہیبت رکھتے تھے جو مصنوعی تکلفات وآرائش کے ساز وسامان سے بے نیاز تھی۔ اس جلوس مین سب سے پہلے بشر مریسی کی سواری تھی جو اسوقت فرقہ معتزلہ کا سب سے زیادہ نامور رئیس تھا، اسکے بعد دار الخلافہ کا قاضی القضاۃ اپنے جاہ وحشم ریاست کے ساتھ جلوہ آرا تھا۔ پھر تمام قضاۃ وارباب افتاء کی جماعت تھی۔ انکے بعد متکلمین وفقہا وارباب درس وعلوم کا سلسلہ۔ لیکن ان سب مین زیادہ نمایان حصہ فرقہ معتزلہ کے علماء کا تھا۔ اور جو علماء معتزلہ نہ تھے وہ بھی اتلاً مسئلہ خلق قرآن مین سرکاری حکم کے آگے سر اطاعت جھکا چکے تھے۔

اس نظارہ تقدس کے بعد وزراء وارکان سلطنت کا پُر عظمت نظارہ تھا، انکے عمامے بھی سیاہ تھے مگر طلائی شملون کی جگہ عمامون کے بالائی پیچ پر ایک مطلا حاشیہ لگا تھا۔ اور وہ اس احتیاط سے لپیٹا گیا تھا کہ عمامہ کا نصف زیرین قطر طراز شعاعون کا ایک سنہری دائرہ بن گیا تھا۔ انکے گھوڑون کے ساز ویراق بھی مطلا تھے اور سنہری وردیون سے ملبوس غلامون کا شاندار حلقہ ہر سوار کے گردوپیش جلوہ فروش عظمت واجلال تھا۔

اعیان حکومت کے بعد افسران فوجی کی سب سے زیادہ موثر اور ہولناک ہیبت تھی جو اپنی اپنی فوجون کے ساتھ محل شاہی کی طرف آرہے تھے، اور ان کی برہنہ تلوارین، روبہ آسمان نیزے، طرح طرح کے اسلحہ جنگ ایک آہنی سمندر کی طرح متلاطم نظر آتے تھے۔

شیخ عبدالعزیز اس فوجی نظارۂ دہشت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"القوم بالسلاح الاحداث الھیبت فی نفسہ وسائر الناس الذین یونسک ان نفسھم"

(ترجمہ) اور مسلح فوج کی اس لئے نمائش کی گئی، تاکہ میرے دل پر دہشت وہیبت طاری ہو جائے۔ نیز اس خیال سے بھی کہ میں نے حکم سلطانی کو ٹھکرا کر اگر عام رعایا کے اندر کوئی مفسدانہ جوش پیدا کر دیا ہو۔ تو وہ بھی اس فوجی نمائش سے مرعوب ہو کر دب جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ ساز وسامان صرف شیخ کو ڈرانے ہی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ عام رعایا کے اندر مخالفانہ جوش پیدا ہونے کا بھی اُسے اندیشہ تھا۔ اس سے اندازہ کرو کہ ایک مسافر وغریب الوطن اجنبی کی صرف ایک ہی صدائے حق نے مامون الرشید اعظم کی اس حکومت جو قیصر قسطنطنیہ کو روم کا کتا کہکر خطاب کرتے تھے اور کتے کی طرح عاجزی کی زمین پر لٹا دینے کی بھی طاقت رکھتے تھے کس طرح لرزا دیا تھا، اور کس طرح وہ گھبرا کر اپنی فوجوں اور ان کی برہنہ تلواروں کی نمائش کر رہا تھا کہ کہیں اس غریب الوطن کی مقاومت میری سطیع رعایا کے دل سے میری ہیبت نہ نکال دے۔

پھر ذرا زیادہ غور کرو۔ اور دیکھو کہ یہ عبدالعزیز کون تھا، دنیا کی بادشاہت اس کے پاس کتنی تھی خزانہ و فوجوں سے کیا رکھتا تھا۔ کتنے غلام اس کی رکاب کو تھامتے تھے، کتنے محل اُسنے اپنی آسائش کے لئے تعمیر کئے تھے؟

آہ! دنیا کے ان تمام سامانوں اور دنیوی جاہ وجلال کی ان تمام نمائشوں میں سے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آئے ہوئے چوتھا دن تھا، ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بھر میں ایک بھی ساتھی اور حمایتی نہ تھا۔ ایک اجنبی محض جس کے جسم پر مسکینی کے لباس اور غربت کی فقر نمائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بایں ہمہ اس کے پاس ایک ایسی طاقت تھی جس کی فرمانروائی دلوں کے آگے مامون الرشید کی پوری سلطنت بھی ہیچ تھی۔ اور جس کے جاہ وجلال کے آگے اس کی وہ سطوت و ابہت بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تھا۔ یہ طاقت نہ تو تخت شاہی کے اوپر پیدا ہوتی ہے، اور نہ شہنشاہی کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں، اسکا گھر الشان کا ٹوٹا ہوا دل ہے، اور اسکا محل ایمان باللہ کی زخمی روح ہے، بادشاہ کا تخت جسم پر حکم کر سکتا ہے اور لوہے کی تلواریں رگوں کو کاٹ سکتی ہیں۔ پر نہ تو اس طاقت الٰہی کے آشیانے کو اُجاڑ سکتی ہیں اور نہ اسکی اقلیم سلطنت پر اس کی فرمانروائی چل سکتی ہے۔ وہاں صرف خدا ہے، جسکا ایمان ہے، اسکے

کلمۂ حق کی خسروی ہے اسکی صداقت و راستی کی ملوکی ہے اور حق و معروف کے ایک ہی فرمان اعظم کا حکم ہے!

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر

خالدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون (۵۸-۲۰)

(ترجمہ) یہی وہ راستباز انسان ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا و اپنی روح نصرت و فتحمندی سے ان کی مدد کی۔ پس اب خوف و ہراس اور ناکامی و نامرادی انکے لئے نہ رہی وہ انکو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کریگا وہاں باغ و چمن کا دائمی عیش ہے اور نہروں کی روانی کا نظارہ راحت، اللہ ان سے راضی ہوا! اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ اور یقین کرو کہ اللہ کی جماعت ہی فتح و مراد پانیوالی ہے!

پس شیخ عبدالعزیز کے وجود غربت و فلاکت کے اندر جو ہیبت و جلال پیدا ہوگیا تھا اور جسنے امون اعظم کو اپنی فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے جھکانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ شیخ عبدالعزیز کی ہیبت نہ تھی جسکو تلوار کی ایک حرکت ٹکڑے ٹکڑے کر سکتی تھی۔ وہ خدائے عبدالعزیز کی ہیبت تھی، وہ حق پرستی اور ایمان باللہ کی قہاریت تھی وہ جرأت ایمانی اور سطوت روحانی کا ہمکن التسخیر اجلال تھا۔ کما قال فی المثنوی

ہیبت حق ست این از خلق نیست ... ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین!

داخلہ

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آچکے تو شیخ عبدالعزیز کی بھی طلبی ہوئی ایک کے بعد ایک متعدد دہلیزیں تھیں جن سے شیخ کو گذرنا پڑا۔ سلطانی دہلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوانہائے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ہوا جن میں سے ہر ایوان ایک پوری شہنشاہی ساز و سامان شوکت و ابہت سے معمور تھا۔ اور ہر ایوان کے خاتمہ پر اسکا پہلا رہنما رخصت ہوجاتا اور نیا ہاتھ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آئے جن کی تمام جزئیات شیخ نے لکھی ہیں اور زیادہ تر خطیب بغدادی وغیرہ مورخین عہد عباسیہ کی روایتوں سے واضح ہوتی ہیں۔ لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ہے، مگر ہم اسوقت مضطرب ہیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں اور انسانی حکومتوں کے جاہ و جلال کی جگہ ایک داعی حق کے جاہ و جلال خداوندی کا جلوہ دیکھیں!

صاحب الستر

یہان تک کہ "صاحب الستر" یعنے رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا، عہد عباسیہ مین "صاحب الستر" کا عہدہ بالکل ایسا تھا جیسا آجکل یورپ مین Lord Chamberlain یا ٹرکی مین "وزیر تشریفات" کا ہے۔ یعنی شاہی ملاقات وحضور کا متوسط و وسیلہ۔ اسکو "حاجب" بھی کہتے تھے اور یہ قصر شاہی کا وہ آخری برزخ ہوتا تھا۔ اسلام نے جب خلیفہ وقت کے لئے کوئی محل ہی نہ بنایا تو اس کے دروازے کے لئے دربان کہان سے آتا۔ اس لئے خلفائے راشدین کا تمام زمانہ اس عہدہ سے خالی رہا۔ سب سے پہلے امیر معاویہ نے دہلیز شاہی کی بنیاد ڈالی اور شاہان عجم کی روایتین سنکر حاجب کا عہدہ اسکے لئے قرار دیا۔[1]

حاجب صحن دربار تک لے گیا۔ صحن کے دونون جانب کمرون کا ایک سلسلہ تھا جسمین مخصوص وزراء و ندما اذن حضور تک ٹھہرتے اور انتظار کرتے تھے۔ یہان پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچھا۔

آپکو وضو کے تجدید کی خواہش ہے۔ شیخ نے کہا نہین۔ حاجب نے کہا "تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور مین پہونچین، دو رکعت نماز نفل پڑھ لیجئے"!

شیخ نے نماز پڑھی، اور جب نماز پڑھی تو یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ کس عالم مین پڑھی، اور اپنے اس خدائے قدوس کے حضور مین کیونکر کھڑے رہے۔ جسکے کلمۂ حق کے لئے عنقریب ایک انسانی شہنشاہی کے حضور مین جانیوالے تھے ؎

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون،

ایوان دربار

اب پردہ اٹھا اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کرۂ ارضی کے عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اس کے سامنے ہے۔ یہ نگاہون کو خیرہ کر دینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا، جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا۔ اور

---

[1] الاستیعاب مین حافظ ابن عبد البر نے اس کی تصریح کی ہے۔ نیز تمام مورخین اسلام کا اس پر یقین ہے۔

غریب الوطن اجنبی کے لیے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر مین اس نظارے سے متاثر نہ ہو۔[۱۵]

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اسنے موجودہ حکومت کا سب سے بڑا گردن زدنی کا جرم کیا ہے اس لئے انھون نے چاہا کہ مامون کے حضور مین جسقدر سختی اور بے احترامی اسکے ساتھ کرسکتے ہین کرین اور اسے محترم لوگون کی طرح دربار مین نہ لائین۔ چنانچہ اس موقعہ کے متعلق شیخ عبدالعزیز اپنے رسالہ مین لکھتے ہین:

فازاح الستر واخذ الرجال بیدی وعضدی، وجعل اقوام ایدیھم فی ظہری وعلی رقبتی، وطفوا یعدون بی، فنظر الی المامون وانا اسمع صوتہ "خلوا عنہ" وکثر الضجیج من الحجاب والقواد بمثل ذالک، فخلوا عنی وقد کاد یتغیر عقلی من شدۃ الجزع وعظیم ما رائیت فی ذالک الصحن من السلاح وھو مدار الصحن وکنت قلیل الخبرۃ بدار امیر المومنین ما زرایتھا قبل ذالک ولا دخلتھا۔

(ترجمہ) پردہ ہٹا اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھون اور بازون کو پکڑ لیا۔ وہ اس طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے کہ انکا ہاتھ میرے سینہ پر تھا اور ایک ہاتھ کاندھے پر۔ انھون نے اس طرح سختی اور بے احترامی کے ساتھ چاہا کہ مجھے اندر لے جائین مگر مامون الرشید کی نگاہین مجھ پر پڑین، اور مین نے اس کی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے" اسے چھوڑ دو"۔ مامون کے کہنے کے ساتھ ہی اور لوگون نے بھی اسکی تعمیل مین "چھوڑ دو" "چھوڑ دو" کا غل مچایا۔ اور بے شمار آوازین ایک ساتھ بلند ہوگئین۔ حکم شاہی پاتے ہی خدام وحجاب نے مجھے چھوڑ دیا، لیکن دربار شاہی کے اچانک نظارے خدام وحجاب کی اس دار و گیر، اہالیان دربار کی صداؤں کے ہنگامہ اور برہنہ تلوارون اور اسلحہ جنگ سے بھرے ہوئے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا۔ اور قریب ہوا کہ شدت حواس اور ہیبت نظارہ سے

---

[۱۵] مامون الرشید تحت پر نہین تھا، کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور ہارون الرشید سے لیکر معتضد باللہ تک خلفاء عباسیہ کا یہی قاعدہ رہا کہ علمی مجالس مین ہمیشہ مثل اور شرکار مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے، البتہ صدر ایوان میں انکی جگہ اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا ڈاکٹر جی سلیمان نے ابوبکر خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ الاسلام کا جو ٹکڑا ایڈٹ کرکے چھاپا ہے اسمین ایک خاص عنوان حلقائے عباسیہ کی مجالس علمیہ کے متعلق بھی ہے اسمین تشریح کردی ہے کہ ہارون و مامون جب کبھی کسی مجلس مناظرہ و محادثۂ علمیہ مین یابت الحکمۃ مین آتے تھے تو عام علماء و حکماء کی طرح خود بھی فرش پر بیٹھتے تھے، اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ بسا اوقات اپنے معتمد علماء کو صدر میں اپنی جگہ دیتا تھا۔

میری عقل متغیر ہوجائے اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھی مین نے اس سے پہلے محل شاہی کو دیکھا تھا نہ کبھی اسمین قدم رکھا تھا، میری معلومات بھی امیر المؤمنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھی۔ الخ

علمار حق کے اس صدق بیان اور راستی فطرت کو دیکھو کہ شیخ عبد العزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپنی کمزوری کی سرگزشت لکھ رہے ہین جو اس موقعہ مین ان سے ظاہر ہوئی اور اس دربار مین پہنچکر جسکے جلودن نے قیصر روم کے ایلچی کو اپنے عہد تنزل مین بھی مبہوت ولا یعقل کر دیا تھا۔ وہ بادل ناگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھ سکے۔

بہرحال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی۔ اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے، وہ لکھتے ہین کہ مامون الرشید کی آواز برابر میرے کانون مین آرہی تھی "ادخلوہ قربوہ" اسکو اندر لاؤ اور مجھ سے قریب کرو۔ چنانچہ وہ بلا تامل آگے بڑھتے گئے یہان تک کہ انھون نے اس عہد کی زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ اور بغیر کسی عجز و انحنار کے باواز بلند کہا "السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور ساتھ ہی جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ساتھ ہی ایک لمحہ سر سے لیکر پیر تک انکو دیکھتا رہا۔ اسکے بعد کہا اور آگے آؤ، شیخ آگے بڑھے، پھر کہا، آگے آؤ شیخ اور آگے بڑھے۔ تیسری مرتبہ پھر اسی حکم کو دہرایا۔ شیخ بالکل قریب چلے گئے۔ صاحب الستر بھی ساتھ تھا۔ اور تبدریج انکو آگے بڑھا جاتا تھا، یہان تک کہ ان مین اور مامون الرشید مین صرف اتنا فاصلہ رہ گیا کہ دو آدمی درمیان مین بیٹھ سکتے تھے۔ شیخ اپنی جگہ پاکر بیٹھ گئے۔ مگر اب تک انکے دلمین

سلہ المقتدر باللہ عباسی کے زمانے مین قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کے لئے ایک سفیر بھیجا تھا۔ جس سے خلیفہ موصوف نے "قیصر حسنی" مین ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات کی تفصیلی حالت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ سفیر دہلیز مین قدم رکھتے ہی بالکل مبہوت ہوگیا، ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے ہوش و حواس بجا نہ رہے اسنے حجاب سے کہا کہ کچھ دیر کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے، تاکہ اپنے ہوش و حواس مین آجاؤن۔ اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی نیرنگیان! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر ہمارے دربار مین آتا تھا اور ہماری عظمتوں کو دیکھکر بیہوش ہوجاتا تھا۔ آج ہم ہم غیروں کے ساز و سامان دیکھکر شدت مرعوبیت سے بیعقل و حواس ہوگئے ہین، اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر اللہ کی طرح پوج رہے ہین، حتیٰ کہ ہیبت و حواس کے سوا کبھی خود دارانہ احساس کا ایک لمحہ بھی ہمین میسر نہین آتا۔ ع آگ تھی ابتدائے عشق میں ہم ہوگئے خاک انتہا ہے یہ۔ آگ کے شعلے بجھ جاتے ہین، لیکن راکھ کے ڈھیر مین چنگاریان دبی دبائی باقی رہتی ہین، اور ہوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتی ہین، پھر کیا اس چولھے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ بھڑکین گی، کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا ان پر سے نہین گذریگا؟ وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وھو الولی الحمید۔

ہیبت و رعب کے اثرات باقی تھے،

صاعقہ حق کی پہلی گرج

شیخ جونہی اپنی جگہ پر بیٹھے ایک طرف سے صدا آئی " اس کے لئے تو صرف اسقدر کہدینا کافی ہے، "قبح اللہ وجہک" (عربی مین تذلیل و تحقیر کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم مین نے اپنی پوری عمر مین کسی شخص کو اسقدر بد صورت نہین دیکھا،

شیخ لکھتے ہین کہ مین نے اس آواز کو سنا۔ لیکن اب تک میرے دل مین ہیبت و حواس کا تھوڑا بہت اثر باقی تھا۔ اس لئے مین خاموش رہا حتیٰ کہ کہنے والی کی طرف مین نے نظر اٹھا کے دیکھا بھی نہین،

اس کے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شیخ کا نام، خاندان، ابوت، حیثیت، قبیلہ، وطن، محلہ، مکہ معظمہ، کے بنو ہاشم کے حالات اور اس قسم کی اور بہت سی باتین دریافت کی، جن کو ہم نظر انداز کر دیتے ہین،

اس کے بعد کہا، "تمھارا بغداد مین آنا اور جامع رصافہ مین کھڑے ہوکر میرے ایک حکم دینی و شرعی کو توڑنا اور خدا کی صفات مین دوسری چیزون کو شریک کرنا اور پھر مناظرہ کی خواہش کرنا۔ یہ تمام حالات مین نے سُنے ہین، اور اسی لئے علماء دار الخلافہ کو مین نے آج مدعو کیا ہے"

شیخ لکھتے ہین کہ مامون الرشید کا یہ جملہ کہنا کہ تم نے خدا کی صفات مین دوسری چیزون کو شریک کیا میرے لئے رحمت الٰہی ہوگیا۔ مجھ پر دربار کی ہیبت کا اثر اب تک باقی تھا، مگر مسئلہ خلق قرآن کی نسبت جب یہ قول باطل مین نے سُنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اُٹھی اور دعوت حق کی غیرت سے مین معمور ہوگیا سارا ہیبت و دہشت یک قلم کافور ہوگئی، اور مین دو بدو جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کے لئے بالکل مستعد ہوگیا،

مامون الرشید کے جملے ابھی پورے ختم نہین ہوئے تھے کہ شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوان دربار مین گونج اُٹھی۔ تمام اہل دربار اس مبارزت اور بیباکی پر ٹوٹے رہے۔ مگر انھون نے کسی کی پروا نہ کی، اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ہے کڑکتی ہوئی آواز مین تقریر شروع کی: "یا امیر المومنین مین ایک فقیر الحال طالب العلم ہون، اپنے وطن اور خانہ خدا کے مقدس جوار مین تھا کہ مین نے خلیفہ وقت کے مظالم و جبر کی درد انگیز سرگذشت سُنی۔ مجھے معلوم ہوا، کہ حق مظلوم ہوگیا ہے۔ سُنت کی روشنی بجھ گئی ہے، بدعت

کی آندھیاں زور شور سے چل رہی ہین حق کا کہنا جرم ہوگیا ہو۔ اور باطل پرستی کے صلے مین جاہ و عزت کی بخشش ہو رہی ہو۔ جس چیز کا اقرار خدا تعالیٰ نے اُمت مرحومہ سے نہین کرایا جس کی گواہی اس کے رسولون نے نہ دی جسکا اعلان خلفائے راشدین نے نہین کیا جن کی خلافت طریق نبوت پر تھی، اور جسکے لئے کسی ایک صاحب رسول اللہؐ کی زبان کو بھی حرکت نہین ہوئی اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان ہر مومن کے لئے شرط قرار دے رہا ہے، جو ہارون الرشید کے گھر مین پیدا ہوا اور وہ ہادی کا لڑکا تھا، اسنے نہ تو تابعین کو پایا نہ اصحاب رسول اللہؐ کو دیکھا نہ عہد نبوت کی برکتون مین اسکا کوئی حصہ ہے تاہم وہ شریعت الٰہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہو جسکو تابعین نے نہ جانا، اگرچہ دُنیا سے مُومن گئے صحابہ نے نہ جانا اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی ان پر نہ پڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے کچھ نہ کہا حالانکہ صاحب وحی و رسالت تھے ؟؟

شیخ عبد العزیز اب وہ عبد العزیز نہ تھا جسکو عمر و بن سعدہ نے کوتوالی مین اپنے سامنے کھڑا کیا تھا اور جو دربار مامونی کے دروازے مین قدم رکھتے ہی اس کی ہیبت و جلال سے لرز اُٹھا تھا، اب وہ ایک دوسری ہی روح تھی، جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتون اور عظمتون سے ارفع و اعلیٰ ہوکر صرف رب السمٰوات والارض کی قدوسیت سے فیضیاب جلال و قواریت تھی اور مامون الرشید اگر تمام کرہ ارضی کی بکھری ہوئی طاقتون کو جمع کرکے اپنے ساتھ لے آتا جب بھی اس کی گرج کی تاب نہین لاسکتا تھا۔

شیخ کے جوش و خروش بیباکانہ طرز بیان، مساویانہ مقابلے، اور ہنگامہ ساز آواز کی ہولناکیون نے اس تمام مجمع کو اس طرح دم بخود کردیا کہ (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا ہوش نہ تھا حتیٰ کہ جب اُنھون نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھ ذکر کیا، جب بھی نہ ان حجاب و خدام بارگاہ کی تلوارون کو حرکت ہوئی، جو اسے دیکھتے ہوئے دربار مین لا رہے تھے اور نہ ان اُمرا و رؤسا کی زبانین ہلین جنھون نے اسکے کم رو چہرہ کی حقارت کی تھی۔ الآان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون،

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

آہ! تم ہوا کا وہ جھونکا ہو جس سے شریعت کی آگ تو نہ روشن ہوسکی، مگر اُسنے سنت کے چراغون کو گل کردیا، تم سیلاب خلافت کی وہ رَو ہو جو بدعات و محدثات کی خس و خاشاک کو تو نہ بہاسکی مگر اسنے حق پرستی کے تناور درختون کو گرادیا۔ تم امارت و سیادت کی وہ تلوار ہو جو بطلان و ناحق کوشی کی فوجون کو تو نہ قتل کرسکے پر اسنے ارباب حق کے امیرون کو اپنی برش و روانی کا تختہ مشق بنایا! اب تک تمھارا دعویٰ رسولؐ کی جانشینی کا

رہا تھا - مگر اے مامون بن ہارون! تو اب رسول کی جانشینی ہی کا نہین بلکہ رسول سے زیادہ حق رسالت کا مدعی ہوگیا ہو، رسول خدا نے اُمت سے اسکا اقرار کبھی نہین کرایا کہ وہ کلام اللہ کو غیر مخلوق کہین، مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہین ہوسکتا جب تک وہ بطلان کے اس کلمہ پر ایمان نہ لائے، تو نے صرف اس جرم پر کہ ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نہ کیا جو خدا کے رسول اور اس کے تربیت یافتون نے اُنکے آگے کھولدی ہو اپنے جبر وجور کی تلوار میان سے کھینچی - اور اُنھین کافرون کی طرح قیدخانون مین قید کردیا - رسول اللہ کی سنت کے اتباع کے لئے تیرے پاس سزا و عقوبت ہو، اور بدعت وضلالت کے لئے پیشوائی وسیادت کی عزت! خدا کے رسول نے ذمیون کو امان دی ہے - مگر تیری خلافت مین مسلمانون کے لئے امان نہین ہو - اے مامون! اللہ سے ڈر، اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسمین بہت ڈھیل ہو - مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہین - وہ زمین کے ائمہ وخلفا کو تلوار بخشتا ہو تو اُن سے چھین بھی لیتا ہے، تم سے پہلے دمشق کے ائمہ جور نے مسلمانون کا خون مباح کیا - مگر تمھارے ہاتھون سے انکا خون بھی مباح کیا گیا، نہو کہ تمھارا خون بھی کسی کے ہاتھون مباح کیا جائے، تم انکے تخت کے وارث ہوئے ہو، مگر انکے جور وطغیان کی وراثت سے اللہ"

جون جون وقت گزرتا جاتا تھا شیخ کا جوش وخروش بڑھتا جاتا تھا، سارے دربار پر ایک بیخودانہ ہیبت طاری تھی، فوجون کی قطارین جسکے ڈرانے کے لئے نکالی گئی تھین، اُمرا ورؤسا کا پُرعظمت جلوہ زبان کو جسکی گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاہتا تھا - خدام وحجاب کی برہنہ تلوارین جسکو سزا دینے اور ایک ادنیٰ اشارہ شاہی پر قتل کردینے کے لئے چمک رہی تھین، اور جو ایک فقیر الحال اجنبی اور بیکس مجرم کی طرح بغداد کی کوتوالی مین کھڑا کیا گیا تھا حق کی شاہنشاہی کو دیکھو کہ وہی شخص آج مامون اعظم کے دربار مین اسی طرح بادشاہون کی طرح غضبناک ہورہا اور شاہنشاہون کی طرح حکمرانی کررہا ہے، گویا بغداد کے تخت پر مامون کی جگہ اسکو بٹھا دیا گیا ہو اور ایوان دربار کے اندر اور باہر جو کچھ ہے وہ مامون الرشید اعظم کے لئے نہین ہو بلکہ عبدالعزیز بن یحیی الکنانی کے لئے ہو! اور پھر دیکھو کہ ان چند لمحون کے اندر کوئی چیز بھی نہین بدلی - وہی مامون ہو وہی اسکا تاج وتخت ہو، وہی اسکے ارکان و وزرا ہین - وہی فوجین ہین، وہی اُن کی بے نیام تلوارین ہین وہی مجلس مناظرہ ہے - اور وہی عبدالعزیز کا جسم حقیر ووجود تنہا لیکن صرف ایک چیز بدل گئی، یعنی عبدالعزیز کا دل اور اس کے ایمان وحق پرستی کی روح الٰہی، اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھ ہی تمام کائنات کی جسم وطاقت مین انقلاب عظیم ہوگیا، جو انسان قہر کے لئے تھے خود مقہور ہوگئے جو زبانین حکم کے لئے تھین خود محکوم ہوگئین جو ہاتھ عتاب کے لئے تھے خود معتوب ہوگئے - جو آنکھین سحر وساحری کے لئے تھین خود مسحور ہوگئین - من لہ المولیٰ فلہ الکل!

شیخ نے تقریر جاری رکھی اور خلافت اسلامی اور اس کے فرائض کی طرف متوجہ ہوئے اور بکثرت قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کی تصریحات بیان کرکے دکھلایا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیسا ہونا چاہیے اور خلفائے عباسیہ علی الخصوص امون الرشید کے اعمال کیسے ہیں ؟ پھر انھوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابہ کے اتباع کتاب سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا ، اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے میں چند حدیثیں روایت کیں ، جنمیں خلافت راشدہ کے بعد فتنہ و فساد پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی ، اور بتلایا گیا تھا کہ نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لائے جائیں گے اور انکو کتاب و سنت کی راہ سے منحرف کرنے کی کوشش ہوگی ،

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں ۔ ان میں عبداللہ ابن بشیر الہدانی بھی ہیں ، جو محمد بن عبداللہ ابن الہدانی استاد امام بخاری کے والد ہیں ۔ نیز عبدالرزاق ! فی ہیں جو حضرت امام حنبل کے مشہور شیوخ میں سے ہیں "

شیخ نے رسالے میں اپنی پوری تقریر نقل کی ہے جو ۲۸ صفحوں میں آئی ہے ۔ رسالے کی جو نقل اسوقت پیش نظر ہے وہ فسکیپ کاغذ کی تقطیع پر لکھا گیا ہے ، اور صفحہ میں ۱۵ سطریں ہیں ، لیکن بخوف طوالت بقیہ تقریر کو ہم نظر انداز کرتے ہیں ۔ تقریر کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا

" اے امیر المومنین ! خدا تعالیٰ نے ہم سے ، اپنے کلام کی نسبت صرف یہی اقرار چاہا ہے ، کہ وہ اللہ کا اتارا ہوا کلام ہے ۔ جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اور اس کی زبان عربی ہے جیسا کہ فرمایا

وانہ لتنزیل رب العالمین ، نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین ،

اسنے کہیں بھی ہم سے اسکا اقرار نہیں کرایا ہے ، کہ تم قرآن کو مخلوق کہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ، اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا ۔ جب کبھی کوئی کافر مسلمان ہوتا تھا تو آپ اس سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرلیتے ، اپنی رسالت پر گواہی دلاتے ، اور ارکان اربعہ کی طرف دعوت دیتے لیکن یہ نہ کہتے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرو ۔ پھر تمام اصحاب رسول اللہ کا بھی یہی حال رہا ، اور باوجودیکہ ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے ۔ انھوں نے کبھی بھی اس حد سے قدم باہر نہیں نکالا ، جو قرآن و سنت نے قرار دیدی ہے ۔ پس اے امیر المومنین ! تجھ کو کیا ہوگیا ہے کہ امت مرحومہ کے لئے رحمت ہونے کی جگہ عذاب بننا چاہتا ہے ؟ اور جب تک کوئی مومن قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے تیری تلوار سے نجات نہیں پاسکتا ؟ واللہ

کہ یہ بدعتوں اور فتنوں کا وہی سیلاب ہو جس کے امنڈنے کی ہمکو خبر دی گئی تھی، اور جس سے اصحاب رسول اللہ نے ہمیشہ بیزاری کی تھی۔ گمراہوں اور بدعتیوں کا یہ تمام گروہ جو تیرے گرد جمع ہو گیا ہو اور تجھکو صراط مستقیم سے بھٹکا رہا ہے۔ کیا تیری نظر میں ان کی دلیلوں کی اس سے زیادہ وقعت ہو۔ جو رسول اللہ اور انکے اصحاب کو خدا نے دی ہے؟ اگر توحید اور عدل یہی ہو، اور خدا کی تمام صفتوں سے انکار کئے بغیر کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے، جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان بھی باقی نہیں رہتا؟"

اس کے بعد انھوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جسنے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیہ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا، اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب و احتراز کی وصیت کی، پھر کہا،

"صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض تھا جسنے مجھے یہاں تک پہونچایا۔ اور الحمد للہ، کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا دلی ہو مجھے تیری مجلس میں پہونچنے اور فرض حق ادا کرنے کی توفیق دیدی میں نے جو کچھ کہا ہو اگر حق ہو تو اسکی تصدیق کر، اور ان مفسدوں کا ساتھ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں۔ اگر حق نہیں ہو تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا۔ اور مجھکو بھٹلا تاکہ میں اس چیز کے حق ہونے کی راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسی نے بھی نہ جانا۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی سنت اور انکا طریق ہو کہ انھوں نے حجت پیش کی اور منکرین سے حجت طلب کی، لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہو جنھوں نے راہ حجت و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جور و قہر کے دامن میں پناہ لی تھی، اور کہا تھا کہ "حرقوا وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین" ابراہیم کو آگ میں جلا دو۔ اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئی حجت نہیں لا سکتے۔ ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کی نصرت کے لئے حجت و دلیل نہ تھی۔ اس لئے وہ حضرت ابراہیم پر جور و قہر اور ظلم و ستم کر کے اپنے اعتقاد کو منصور و فتحمند کرنا چاہتے تھے۔ پس اگر دلیل و حجت کی سنت کی جگہ قہر و ظلم کی سنت پر تو عمل کریگا، تو یاد رکھ کہ یہ ملت ابراہیمی کی سنت نہ ہوگی۔ ملت نمرودی کا اتباع ہوگا بایں ہمہ پیروانِ ابراہیم علیہ السلام اس کے لئے بھی تیار ہیں اور تو دیکھ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لئے تیار نہ ہوتا تو اس مجلس تک نہ پہونچتا"

یاد ہوگا کہ جب عبد العزیز دربار میں پہونچا تھا، تو ایک طرف سے آواز آئی تھی، اس شخص کے لئے تو صرف یہی کہدینا کافی ہو کہ قبح اللہ وجہک، خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو اس سے زیادہ بدشکل نہیں دیکھا،

شیخ نے یہ جملہ سُنا تھا، مگر اسوقت خاموشی اختیار کرلی تھی اب وہ اسطرف متوجہ ہوئے۔
"اور اے امیر المومنین! تونے کہا ہے کہ میری خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کے لئے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے۔ لیکن مین نے دربار مین آتے ہی سب سے پہلے جو آواز سنی اسی سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنیوالون کے علم وحجت کا کیا حال ہے؟ اور کن دلیلون سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہین؟ پھر کیا وہی لوگ مجھ سے مناظرہ کرین گے جن کے پاس سب سے بڑی دلیل بطلان حق کے لئے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا؟ اور مین ان کی نگاہون مین جمیل وحسین نہین؟ اے امیر المومنین! مین تجھ سے پوچھتا ہون کہ یہ تمام نقش ونگار جو تیرے ایوان دربار کی دیوارون پر بنے ہوئے ہین اگر خوشنما نہ ہوتے تو تو ان کو ملامت کرتا یا ان کے صناع اور صناع کے قلم کو اگر تیری ملامت صناع تک پہنچتی تو کیا میرے جسم وچہرہ پر اعتراض کرکے انھون نے صناع کائنات پر ملامت نہین کی اور اس کی صناعت کو ذلیل نہین ٹھہرایا؟ کیا یہ وہی توحید ہے جس کے یہ لوگ مدعی ہین اور جو کامل نہین ہوسکتی جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جائے؟ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمال جسم اور حسن حقیقت عطا فرمایا تھا، لیکن بادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکال کر ملک وسلطنت عطا کی تو انھون نے کہا۔ "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" اے بادشاہ اپنی سلطنت میرے سپرد کردے مین حفاظت کرنیوالا اور صاحب علم ہون۔ یہ نہین کہا کہ انی حسن جمیل، مجھے سلطنت دے دے کیونکہ مین حسین اور خوبصورت ہون۔"

مامون کی محویت

شیخ لکھتے ہین:-
"مین جب تک تقریر کرتا رہا، مامون اس طرح ٹکٹکی لگائے میری جانب نگران تھا، گویا پتھر ہے۔ جسمین نہ تو ارادہ ہے نہ روح اثنائے تقریر مین کئی بار مین نے دیکھا کہ اس کی آنکھین تر ہوگئی تھین اور قریب تھا کہ ان سے آنسو بہ نکلے۔ یہ حال دیکھکر تمام اہل دربار متحیر تھے۔ اور جب کہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے، تو انھون نے دیکھا کہ شدت تاثر ومحویت سے وہ خود ہی بے حال ہو رہا ہے ان مین سے ہر شخص حیرت ودہشت سے ہلاک ہوگیا۔ کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کے لئے قتل کے سوا اور کچھ نہین رکھتا تھا وہ کس طرح صامت وساکن بیٹھا ہے اور جو کچھ مین کہہ رہا ہون سُن رہا ہے؟ حالانکہ وہ اللہ کی نصرت حق سے بیخبر تھے اور نہین جانتے تھے

کہ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے“

مامون کی تقریر

شیخ جب تقریر ختم کر چکے تو مامون الرشید کچھ دیر تک خاموش رہا، پھر کہا :-

”اے عبدالعزیز اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے جو کچھ کہا میں نے سُنا اور جن جن چیزوں کو تو نے میری طرف نسبت دی انکے لئے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا، الحمد للہ کہ میں ان سے بری ہوں، میں بندگان خدا پر ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ انکو حق اور توحید کی طرف بلاتا ہوں۔ جسکو دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے باین ہمہ یقین کر کہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا، اور خدا کی قسم میں تیری سختی اور درشتی کی وجہ سے اپنا انتقام تجھ سے نہ لونگا بلکہ تیری دلیلوں کو سنوں گا اور تیرے براہین کو وزن کرونگا۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ تو حق کی غیرت رکھتا ہے اور اس کے لئے بے باک ہے۔ تو نے اپنے گھر کو دُنیا کے لئے نہیں چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے۔ حمیت حق اس کی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جائے اور تیری کوئی سختی مجھ کو اس اعتراف سے نہیں روک سکتی میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے۔ اگر تیرے پاس حجت ابراہیمی ہے تو پیش کر جسکی پیروی کے لئے تو یہاں تک آیا ہے اور جبتک تو قرآن کی اس شہادت اور عقل صریح کی اس دلیل کو نہ جھٹلا دے جو قرآن کو مخلوق ثابت کرتی ہے اُسوقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجت ابراہیمی کا پیرو ثابت کرے۔ حجت ابراہیمی یہ تھی کہ جب منکر خدا نے اس سے جھگڑا کیا تو حضرت ابراہیم نے کہا، ”اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال، دیکھ یہ حجت ایسی تھی جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ حس نے اپر گواہی دی پس تو بھی حجت لا اور صاحبان علم و رائے صحیح سے مناظرہ کر“۔

مامون کے آخری لفظ یہ تھے :-

”وقد جمعت المخالفین لک لتناظر ہم بین یدی واکون انا الحاکم بینکم فان تبین الحجۃ لک علیہم والحق معک اتبعنک وان تکن الحجۃ لہم علیک عاقبناک“

”اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو ان سے میرے سامنے مناظرہ کرے اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم دونو فریق کے لئے ہوں (یعنی خود کوئی فریق نہ بنوں) پس مناظرہ کر اگر تیری حجت تیرے مخالفین پر واضح ہو گئی اور حق تیرے ساتھ ثابت ہوا تو ہم تیری پیروی کریں گے، اور اگر تو حجت نہ لا سکا اور حق نے تیرے

مخالفین کا ساتھ دیا، تو پھر تیرے لئے اس کی سزا ہے"۔

آغاز مناظرہ

شیخ نے مناظرہ کے لئے پوری آمادگی ظاہر کی، اور مامون نے بشر مریسی رئیس معتزلہ عہد کو حکم دیا کہ مناظرہ شروع کرو۔ بشر اپنی جگہ سے اٹھ کر مامون کی نشستگاہ کے قریب آیا اسکی تمام جماعت اسکے ساتھ تھی، مامون نے خود ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ دلیل بشر پیش کریگا، اور شیخ جواب دیگا۔ خارج از موضوع کوئی بات نہین کی جائے گی دلائل کا تمام دار و مدار صرف قرآن کی اندرونی شہادت پر ہوگا؛ اور ہر فریق پورے ضبط و سکون اور کشادہ دلی کے ساتھ مخالف کی تقریر سُنے گا۔ مامون نے دونو فریق کو مخاطب کر کے اس بارے مین جو تقریر کی وہ نہایت پرقیمت ہے، اور گویا آداب مناظرہ پر ایک بہترین درس ہے جسقدر حصہ شیخ نے اپنے رسالہ مین نقل کیا ہے ہم کسی دوسری صحبت مین اسکا ترجمہ کرین گے۔

اب مناظرہ شروع ہوا، بشر یکے بعد دیگرے قرآن کریم کی آیات پیش کرتا اور شیخ اسکا جواب دیتے پھر رد جواب الجواب کا سلسلہ جاری ہوتا۔ شیخ نے حرف بحرف تمام مناظرہ نقل کیا ہے اور پوری شرح و بسط اور انصاف و عدالت کے ساتھ مخالف کی تمام دلیلون اور تقریرون کو بھی قلم بند کیا ہے۔

بشر مریسی کی طرف سے جسقدر آیتین قرآن حکیم کی پیش کی جاتی تھین، اسکے جواب مین خود قرآن ہی سے عبدالعزیز استشہاد لاتے اور ثابت کر دیتے کہ ان آیات کو خلق قرآن سے کوئی تعلق نہین۔

اس سلسلہ مین حروف و اصوات کی بحث نکل آئی۔ جہم بن صفوان نے اگرچہ نفی صفات کی بنا پر خلق قرآن کا دعویٰ کیا تھا، لیکن بشر مریسی کا اعتقاد اشاعرہ کے اعتقاد سے اقرب تھا، وہ زیادہ تر حروف و اصوات عربیہ کے حدوث و خلق پر زور دیتا تھا، اور "کلام اللہ" اور "قرآن عربی" مین تفریق کر کے اس قرآن کے خلق و حدوث کو قطعی قرار دیتا، جو عربی زبان میں ہم پڑھتے اور لکھتے ہین۔ لیکن شیخ عبدالعزیز نے ثابت کیا کہ جو قرآن اُتارا گیا وہ عربی مین تھا جیسا کہ جابجا فرمایا "انا انزلنا قرآناً عربیاً" یا کہا "بلسان عربی مبین" پس وہ چیز جو عربی زبان مین اُتری تھی اگر عربی تھی، تو قطعاً عربی کے حروف و اصوات ہی مین تھی، ان سے مجرد نہین ہوسکتی اور وہی کلام اللہ ہے۔ پس کلام اللہ عربی مین اُترا، اُسی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کیا، اور وہی ہماری زبانون سے بھی نکلتا ہے۔ کوئی دوسری چیز نہین ہے۔

فتح وشکست کا آخری میدان

سلسلۂ بحث طرہتا جاتا تھا۔ اور مامون کا یہ حال تھا کہ کبھی شیخ کے حسن وجواب کی داد دیتا، اور کبھی بشر کے استدلال و استشہاد سے خوش ہوتا کہ یکایک بشر نے کہا،

"میں اپنے اور تمام دلائل و براہین کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ اس طرح رد و کد میں کوئی نتیجہ نہیں نکلیگا۔ اب صرف ایک سوال کرتا ہوں اسکا جواب دو۔ تمام بحث کا ابھی خاتمہ ہو جائیگا۔ اور حق اعتراف کے بغیر تم کوئی راہ نجات اپنے سامنے نہ پاؤ گے"۔ یہ کہکر اسنے سوال کیا۔

قرآن نے صدہا مقام پر اللہ کو خالق کل شئی کہا ہے یا نہیں؟ یعنی خدا ہر چیز کا خالق ہے"۔

شیخ نے کہا: "ہاں وہی ہر شئے کا خالق ہے"

بشر نے کہا: "قرآن بھی شے" ہے یا نہیں؟

شیخ نے کہا: "شے" کی حقیقت سن لو پھر جواب مانگو" بشر زیادہ تیز ہو کر بولا: "میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا، پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ قرآن بھی "اشیا" میں داخل ہے یا نہیں؟

شیخ نے پھر کہا: "اچھا تمھارا طرز سوال ہی غلط ہے۔ اسمیں دھوکا ہے۔ تمکو چاہئے کہ صبر و ضبط کیساتھ پہلے میری تقریر سن لو" بشر نے کہا: "تقریریں بہت ہو چکیں، امیر المومنین کو نتیجہ، مناظرہ کا انتظار ہے اب اور کسی تقریر کی ضرورت نہیں۔ تم میرے سوال کا جواب دو"

شیخ نے پھر جواب سے اعراض کیا، اسپر بشر نے مامون سے کہا: "یا امیر المومنین حاکم کا فرض عدل و انصاف ہے، آپ حاکم ہیں، اگر عبد العزیز حجت رکھتا ہے تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟

" یہ حالت دیکھکر محمد بن جہم معتزلی نے پکارا "ظہر امر اللہ وہم کارہون! بشر کے گروہ میں سو ایک اور شخص اٹھ کھڑا ہوا، اور چیخکر کہا۔ یا امیر المومنین! جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ شیخ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ خود بشر بھی اپنا جوش و تعصب نہ روک سکا اور بار بار کہنے لگا:۔ ولکن قعد حمار الشیخ علی القنطرہ" یعنی بالآخر شیخ کا گدھا پل دیکھکر ٹھہر گیا اور آگے نہ بڑھ سکا"

شیخ کا اعراض دیکھکر مجلس کو یقین ہو گیا کہ شیخ کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہیں اور اسنے تلوار رکھدی، اگر وہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن بھی شئے ہے اور اشیاء میں داخل ہے، تو لازمی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ اللہ ہر شئے کا

خالق ہو اور ہر شئے مخلوق ہو۔ پس قرآن بھی مخلوق ہو۔ اگر نہیں مانتا تو عقل و بداہت سے انکار کرتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن بھی اشیا مین داخل ہو۔ یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ وہ شئے نہیں۔ اگر شئے نہیں تو کیا ہو؟

خود مامون آلرشید کا بھی یہی خیال تھا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ شیخ عبدالعزیز بالکل بے بس ہوگیا ہے، اس لئے جواب سے بچنا چاہتا ہے۔ اسنے پہلی مرتبہ غضبناک ہو کر شیخ سے کہا۔

یا عبدالعزیز! تجھے کیا ہوگیا ہے کیوں سوال کا جواب نہین دیتا"؟

"اعلانِ حق"

شیخ لکھتے ہین کہ فی الحقیقت اسوقت مین کش مکش مین مبتلا ہوگیا تھا، اور صاف نظر آتا تھا کہ قرآن کے "شئے" ماننے کے ساتھ ہی یہ سب لوگ شور مچانیگے کہ قرآن کا مخلوق ہونا ثابت ہوگیا۔ لیکن مامون کے غضبناک ہوتے ہی اللہ نے میری مدد کی، اور یکایک راہ کامیابی دکھلائی دی۔

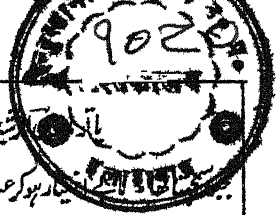
شیخ نے کہا: "مجھ کو جواب دینے سے انکار نہین۔ لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہو۔ اسمین ایک سخت دھوکا اور فساد ہے۔ اس لئے مین پہلے اُسے صاف کرنا چاہتا تھا، بایں ہمہ اگر امیرالمومنین کو اسپر اصرار ہو تو اچھا مین تسلیم کرلیتا ہون کہ قرآن بھی اشیاء مین داخل ہو"

"یہ اقرار سُنتے ہی بشر اُچھل پڑا"، اور بشر اور مامون آلرشید ایک ساتھ بول اُٹھے"

"اگر قرآن بھی اشیاء مین داخل ہو تو قرآن کہتا ہو کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہو اور تمام اشیاء مخلوق ہین، پس قرآن کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا" شیخ نے گرج کر کہا،

"ہرگز نہین! اس سے یہ کبھی لازم نہین آتا، قرآن کہتا ہو: ویحذرکم نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہو۔ اور پھر قرآن کہتا ہو کہ کل نفس ذائقۃ الموت، ہر نفس کے لئے ضروری ہو کہ وہ موت کا مزہ چکھے، پس اگر اشیائے مین قرآن داخل ہو کر مخلوق ہوگیا" تو کیا خدا بھی "کل نفس" مین داخل ہو کر اور نفس ہو کر موت کا مزہ چکھیگا؟

شیخ عبدالعزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھاگیا" اور ایسا معلوم ہوا" گویا یہ الفاظ نہین تھے ایک بجلی تھی جو یکایک کوندگئی، اور تمام نگاہون کو خیرہ اور دلون کو دہلا گئی۔ خود بشر مریسی مبہوت ہو کر دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ فوقع الحق وبطل ما کانو یعملون ؛



... الرشید غضب ناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کر رہا تھا اور اسے خلق قرآن کے اعتراف پر مجبور ... بے اختیار ہوکر عبد العزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا، اور پکار پکار کر کہنے لگا "معاذ اللہ! خدا کی ذات موت سے بری ہے"!

خاتمہ

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا۔ شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجت کا اعلان آخری تھا!

مامون الرشید نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جائے اور عبد العزیز سے مخاطب ہو کے کہا:۔

"اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہمارے آج کی صحبت مین نہ ہو سکا، لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ تونے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس کی کسی دلیل کے آگے مین نے تجھے عاجز نہ پایا۔ تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے، تیری جرأت و ثابت قدمی تیری فضیلت کا اصلی جوہر ہے، تونے جس بیخوفی اور بے جگری سے میرے حضور مین زبان کھولی اور جس طرح میرے جلال و غضب اور موت و ہلاکت کے خوف سے بے پرواہ ہوکر تقریر کی واللہ کہ مین اس کی قدر کرونگا اور تیری درشتی و تلخ گوئی کو اپنی قدر دانیوں اور حلم سے ٹھکا دونگا۔ میری طرف سے تیرے لئے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہے۔ اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہے کہ میری مجلس علم کا ندیم ہو۔ تو اب مدینۃ السلام مین قیام کر اور ہر بدھ کے دن میری صحبت علم مین شریک ہو"

شیخ لکھتے ہین:۔ "اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیام گاہ پر بھیجدیا جائے نیز قیام کے لئے ایک سجا سجایا محل سرکار سے بھی مرحمت ہو۔ پھر تلوار کی نیام پر ہاتھ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا۔ تمام اہل دربار اٹھ کھڑے ہوئے۔ مین جب رخصت ہونے لگا۔ تو مامون مسکرایا اور کہا آج تونے اپنی بڑی ہی طاقتور حریف پر فتح پائی"

اسکے بعد لکھتے ہیں:۔ "مین جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں، دوکانوں اور کوٹھوں پر چشم براہ پایا۔ لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرأت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ جب انھوں نے دیکھا کہ مین نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس جارہا ہوں اور مجلس مناظرہ مین کامیاب رہا ہوں تو ان کی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ لوگ ہر طرف سے مبارکباد دیتے اور ارباب حق کی فتح پر خوشی منانے کے لئے ہجوم کرتے اور مجھ سے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو تہلکہ مین ڈالتے، حتی کہ جوش خلائق اور شدت ہجوم سے مین عاجز آگیا۔ اور گھر تک پہونچنا دشوار ہوگیا"

اسکے بعد جب تمام علمائے شہر و امصار کو واقعات مناظرہ کی خبر ملی تو انھیں غیر متوقع تائید غیبی پر سجدۂ شکر بجا لائے " اور اس ایک نمونے نے ہزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا۔ جو خوف جان یا ہلاکت اظہار حق نہیں کرسکتی تھیں، پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسی کو جرأت نہیں پڑتی تھی، لیکن اب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جرأت و ثابت قدمی کے ساتھ حق کا اعلان کیا جائے تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی، اور ہر شخص کامیابی حاصل کرسکتا ہے " صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور مجلس مناظرہ کے حالات پوچھ میں روایت کرتے کرتے تھک گیا۔ یہاں تک کہ خبر دور دور پھیل گئی، اور حجاز و شام تک سے لوگ دریافت کرنے کے لئے آنے لگے، تا عاجز آکر میں نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ہر شخص اسکو پڑھ کر حق کی فتح اور باطل کے خذلان کی سرگذشت معلوم کرے "

استدراک

۱۔ شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں کہا ہے۔ " خدا نے مسلمانوں سے خلق قرآن کا اقرار نہیں کرایا۔ لیکن ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر میں پیدا ہوا اور ہارون ہادی کا بیٹا تھا "

شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ہارون اور ہادی دونو محمد بن منصور ملقب بہ مہدی کے بیٹے ہیں۔ مہدی کے بعد تیرہ[۱۳] ماہ تک ہادی تخت نشین رہا۔ اسکے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے۔

۲۔ تقریروں میں انھوں نے کہا " تم سے پہلے آئمہ جو رہتے تھے جو کچھ کیا اللہ نے اسکے لئے تم کو کھڑا کردیا " یہ اشارہ بنو امیہ کی طرف تھا، جن کو ہلاک کرکے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی۔

۳۔ اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ہمارے موجودہ عہد کے علمائے سلف کے ان واقعات کو پڑھیں، اور عبرت پکڑیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ حق ہے۔ وہ اصلی و حقیقی فرض ہے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا ہے۔ اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالی ہے تو انکو یقین کرنا چاہئے کہ انھوں نے اپنی ہستی مٹا دی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھاس ان سے زیادہ قیمتی ہے "

ختم شد

نامردوں بے اولادوں اور کمزوروں کو نیک صلاح

دولت کی خواہش، عزت کی تمنا، شادی کی خوشی، اس مجبور انسان کو کیا ہو سکتی ہے جو بدقسمتی سے بچپن کی غلط کاریوں سے آغاز شباب میں اپنی جوانی کو برباد کر چکا ہو۔ اور اور شادی کے وقت اپنا منھ چھپاتا ہو۔

لطف زندگی زندہ درگور انسانوں کے لئے اکسیر ثابت ہوئی اور امراض ذیل کے لئے نہایت مجرب ہے، نامردی جریان، سرعت، رقت احتلام، لاغری، کجی، کمزوری دل و دماغ، چہرہ کی زردی، نسیان، درد کمر، درد سر، ضعف جگر، آنکھوں کی تپش، ہاتھ پاؤں کا کانپنا بدخوابی سستی کے لئے نہایت مجرب ہے، اور بھوک بڑھاتی ہے۔

لطف زندگی بیکار رگ و پٹھوں کو مانند فولاد سخت۔ طاقتور، اور عضو مخصوص کو بھاری عمر کے لئے لوہے کی لاٹھ بناتی ہے، کثرت جماع یا جلق سے اگر جڑ پتلی ہو گئی ہو، یا خم آگیا ہو، یا وقت پر مایوسی ہوتی ہو، عورت کے نام سے نفرت ہو گئی ہو ان سب خرابیوں کو دور کر کے چہرہ کا رنگ مثل گلاب کے نکھار دیتی ہے بتیس تیس برس کے مایوس العلاج مریضوں کو صرف ایک شیشی مست کر دیتی ہے اور ضبط کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

قیمت معہ محصول ڈاک صرف تین روپیہ ۳ ہے۔

ملنے کا پتہ

جنرل منیجر نیشنل میڈیکل ہال بجنور (یو۔ پی)

در مطبع تجارت پریس طبع شد

سرمہ حفیظ البصر رجسٹرڈ

سرمہ مفت بنذر ہون میری قیمت کیا ہے * کہ رہے چشم خریدار یہ احسان میرا

صاحبان مدت مدید سے یہ سرمہ تیار ہوکر دنیا بھر مین اپنی سچائی اور قوت اکسیری کی شہرت حاصل کر رہا ہے اگر آپ اپنی دربے بہا آنکھون کو ہمیشہ کے لئے درست اور قوت کو تیز قایم رکھنے چاہتے ہین تو حفیظ البصر کو استعمال کرئے یہ نہایت سریع الاثر ثابت ہو چکا ہے لطف یہ کہ بچہ سے لیکر بوڑھے تک سکو یکسان مفید ہے۔ ہر لکھنے پڑھنے والے صاحبان یا باریک کام کرنے والے اصحاب و دیگر اصحاب جو رات دن کوئلہ کے کارخانون مین یا زیادتی آگ کے کام کرنے سے آنکھین خراب کر بیٹھے ہین انکو لئے یہ اکسیر ہے۔ بہت دفعہ دیکھنے مین آیا ہے کہ اکثر بینائی سے زیادہ کام لینے والے حضرات کسی قسم کی دوا مثلاً مقوی بصر سرمہ یا مقوی دماغ وغیرہ حفظ ما تقدم کے لئے استعمال نہین کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ یا تو بینائی کو کھو بیٹھتے ہین اور یا چشمہ لگانے کی نوبت آجاتی ہے۔ صاحبان موصوف کم خرچ بالانشین حفیظ البصر کو استعمال کرکے اپنی اصلی بینائی بفضل خدا حاصل کرسکتے ہین چالیس روز متواتر استعمال کرنے سے عینک تک چھوڑا دیتا ہے اور چند ہی روز مین ضعف البصر و دیگر امراض چشم کو دور کرکے تندرستی ہمیشہ کر دیتا ہے۔ بہت سے صاحبان جو پانچ سالہ دس سالہ عینک کے عادی ہو چکے تھے۔ حفیظ البصر کو استعمال کرکے عینک سے چھٹکارا پایا۔ علاوہ ازین مذکورہ بالا فوائد کے حسب ذیل امراض چشم کے دور کرنے مین بے نظیر ہے۔

دھند۔ غبار۔ جالا۔ خارش۔ سرخی۔ ابتدائی پھولا۔ ڈھلکہ۔ سلاق۔ سبل۔ ناخونہ نزول دنکو کم نظر آنا۔ شب کوریا کیچڑ لگنا۔ سفیدہ وغیرہ جسکے متعلق بے شمار تصدیقی خطوط دفتر مین موجود ہین باوجود اتنا مفید ہونے کے قیمت صرف ۲ تولہ عہ محصولڈاک بذمہ خریدار

مینیجر۔ دواخانہ وکارخانہ سرمہ حفیظ البصر جھنگ پنجاب

در مطبع نجات پریس طبع شد

عرق بخار و طحال

دیہات اور قصبون مین جہان حکیم ہون نہ ڈاکٹر

اُن مقامات پر یہ عرق مسیحائے وقت کا کام دیتا ہے، بخار۔ طحال اور ضعف جگر کے لئے جسقدر دوائین آجتک ایجاد ہوئی ہین یا ہوتی ہین ان سب سے زیادہ اچھا، ارزان۔ زود اثر۔ نیز بہدف شرطیہ اور حکمیہ یہی عرق بخار و طحال ہے جس سے ہزارہا مریض صحت پا چکے ہین، ملک کے کونے کونے مین اسکی شہرت پھیل چکی ہے، جس شہر یا قصبے مین ایک شیشی پہونچ جاتی ہے، اسکے فوائد کی شہرت اور دھوم مچ جاتی ہے اور سینکڑون فرمائشین آتی ہین، گاؤن مین جہان حکیم یا ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہے، وہان نہایت کثرت سے بکتا ہے، معمولی سے معمولی شخص بھی بغیر مشورہ طبیب اسکے ذریعہ سے ہر قسم کے بخار۔ روزانہ، تپا، چوتھیا۔ لرزہ اور ملیریا بخار کے علاوہ، پرانے سے پرانے طحال اور ضعف جگر کے لاعلاج مریضون کا کماحقہ علاج کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکیم اور دیگر لوگ کثرت سے منگاتے ہین بہت سے دولتمند اصحاب درجن درجن دو دو درجن شیشیان منگا کر غریبون کا مفت علاج کرتے ہین، یہ عرق ہر قسم کے بخار، طحال اور ضعف جگر کے علاوہ آغاز تپ دق مین بھی نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ سالہا سال کے مریض ہفتہ عشرہ مین صحت یاب ہو جاتے ہین، اگر آپ اسکی حیرت انگیز اور جادو اثر طاقت کو دیکھنا چاہتے ہین، تو ایک شیشی بطور نمونہ منگا کر امتحان کر لین۔ قیمت فی شیشی صرف ۸ر محصول ۶ر

(رجسٹرڈ)

حبوب حیرت

امساک پیدا کرنے مین درحقیقت حیرت انگیز اثر رکھتی ہین، شام کو کھا کر گھنٹون تک لطف اٹھائیے کیا مجال کہ تکان معلوم ہو طبیعت اکتا جائے تو دوسری بات ہے، ورنہ جبتک ترشی نہ کھائینگے انزال نہوگا۔

قیمت ایک درجن ایکروپیہ دو درجن عہ۱۲ محصول ۶ر پانچ درجن للعہ محصول ۶ر

روغن محبت

یہ روغن بجید ملذذ ہے، استعمال کرنے پر مرد و عورت کو وہ لذت وہ مزہ اور وہ لطف دکھاتا ہے کہ بیان سے باہر ہے، خصوصاً عورت تو عاشق ہو جاتی ہے۔

قیمت شیشی کلان تین روپیہ، (سے ر) شیشی خورد ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۶ر

قاضی مقبول احمد پوسٹ بکس نمبر ۴۵ دہلی